الہدیٰ

پاکستان ٹی وی سے "الہدیٰ" نامی پروگرام جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نشر کرتے ہیں ہمارے ملک کا مقبول ترین پروگرام ہے، ہمیں بہت سے لوگوں سے ملنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اس پروگرام کی واقعی ایک اہمیت ہے ــــــــــ

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

ــــــــــ ڈاکٹر صاحب مجلس شوریٰ کے ممبر بن گئے شوریٰ کے اجلاس میں ان کی ایک تقریر کے بعض حصوں پر ایک جماعت نے بڑی لے دے کی اس کے بعد بعض اخبارات نے ان سے انٹرویو لیا ـــــ اس انٹرویو میں ڈاکٹر صاحب نے ایک سوال کے جواب میں یہ کہہ دیا کہ خواتین کو گھر کی چاردیواری میں رہنا چاہیئے ۔ اس پر ملک میں لے دے شروع ہو گئی ۔ "اپوا" کی "معزز اور شریف خواتین" نے ایک عدد جلوس نکال کر احتجاج کیا ہمارا ماتھا ٹھنکا کہ اس دور میں یہ جلوس ؟ اور پھر اس میں گورنر کی اہلیہ بھی شامل ہیں۔ یا خدا یہ کیا ماجرا ہے ؟ ان خواتین نے ٹی، وی حکام سے ملاقات کی۔ ٹی۔ وی حکام وفد میں گورنر کی اہلیہ کا سن کر چوکس ہوگئے اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جناب یہ پروگرام تو پہلے ہی بند کر دیا گیا ہے ۔

چلئے چھٹی ہوئی ۔ پروگرام بند ہو گیا اور اس دور میں جبکہ اسلام کی باتیں بہت ہیں اور ٹی ۔ وی کے لئے حکم ہے کہ جو وہاں آئے سر پر دوپٹہ اوڑھ کر آئے ۔ اس ٹی ، وی پر شوریٰ کا ایک ممبر قرآن کی بات کہتا ہے تو چند "معزز خواتین" کے احتجاج پر وہ بند کر دیا جاتا ہے ۔ فیا للعجب

اس صورت حال کے بعد ملک میں دوہرا رد عمل ہوا اکثر و بیشتر

لوگوں نے جن میں ملک کے قابل احترام علماء رہنما اور مختلف تنظیمیں شامل تھیں اس پر سخت غم و غصّہ کا اظہار کیا اس کو اسلام دشمن قرار دیا۔ ان خواتین کے رویہ پر سخت احتجاج کیا اور لاہور کے بعض حضرات نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہم باقاعدہ "پےمنٹ" کرکے اس پروگرام کو جاری رکھوائیں گے جبکہ ایک شرذمہ قلیلہ نے اپنے پرانے دکھوں کے پیش نظر ڈاکٹر صاحب کا طرز عمل انتہا پسندانہ ہے۔ یہ نام نہاد مذہبی رہنما جنہوں نے یہ رویہ اختیار کیا انتہائی نفریں کے مستحق ہیں

دعائے مغفرت : ادارہ کے ایک سابق رکن غلام مصطفیٰ آزاد صاحب کے بڑے بھائی رانا بشیر احمد کے انتقال پر ہم غمزدہ ہیں اور اپنے قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں

(ادارہ)

ہم انتظامیہ کے رویّہ پر سخت احتجاج کرتے ہیں۔ ٹی، وی حکّام کو عقل کے ناخن لینے کی تلقین کرتے ہیں اور جو نام نہاد مذہبی رہنما اس پر بغلیں بجا رہے ہیں انہیں خوفِ خدا کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ آج ڈاکٹر صاحب کو اس المیہ سے دوچار ہونا پڑا کل کسی دوسروں کو بھی اس قسم کی صورت حال پیش آسکتی ہے۔ دراصل ملک میں لادین عناصر جس طرح منظم ہو رہے ہیں اس کا سب کو سنجیدگی سے نوٹس لینے کی ضرورت ہے۔ ورنہ کل کلاں یہاں خدا کا نام لینا جرم قرار پائے گا۔

قصّہ ایک ترجمہ و تفسیر کا

رابطہ عالم اسلامی نے جناب بریلوی اور جناب نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے ترجمہ و تفسیر کا جائزہ لے کر ایک رپورٹ مرتّب کی اور اس رپورٹ کے نتیجہ میں رابطہ نے عالم اسلام کو توجہ دلائی کہ چونکہ اس ترجمہ و تفسیر کا مواد ملّت کی ضلالت کا سبب بن سکتا ہے اس لئے اسے ضبط کر لیا جائے اور اس پر پابندی لگا دی جائے۔ متحدہ عرب امارات اور کویت نے رابطہ کی رپورٹ پر یہ ترجمہ اور تفسیر ضبط کرلئے جب کہ سعودی عرب میں پہلے ہی پابندی تھی۔

یہ خبر پاکستان میں پہنچی تو یہاں صاحب ترجمہ و تفسیر کے بعض نام لیواؤں نے اخباری بیانات کے ذریعہ مغالطہ دینے کی کوشش کی اور یہ باور کرایا کہ گویا یہ ترجمہ و تفسیر ان کے مقتداؤں کا نہیں۔

لیکن اس "صداقت شعاری" کا بھانڈا اس وقت پھوٹ گیا جس دن کالعدم جمعیۃ علماء پاکستان نے لاہور میں اپنی عاملہ کا اجلاس منعقد کیا اور اس میں ایک قرارداد کے ذریعے رابطہ کی اس رپورٹ اور بعض ممالک میں ترجمہ و تفسیر کی ضبطی پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا۔ اس قرارداد میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کے ایک خاص طبقے کا اس "سازش" کے پیچھے ہاتھ ہے اور اگر رابطہ عالم اسلامی نے اپنی رپورٹ واپس نہ لی تو یہ اچھا نہ ہوگا۔

اس قرارداد کا انداز بڑا ہی افسوسناک تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس طرح پاکستان اور عرب ممالک کے تعلقات بگاڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ایک تو ہم اپنی حکومت سے یہ درخواست کریں گے کہ وہ اس صورت حال پر کنٹرول کرے

— — — — —

ساتھ ہی ہم اس ترجمہ و تفسیر کے بہی خواہوں سے درخواست کریں گے کہ اللہ تعالےٰ کے کلام اور اس کے آخری رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی تعلیمات کو اپنی عقیدتوں کا مرکز بنائیں۔ ان کے علاوہ کسی شخصیت کو مرکز عقیدت و محبت بنانا عقل مندی نہیں۔ بجائے اس کے کہ آپ اس پر چیں بہ جبیں ہوں آپ کو قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا جائزہ لینا چاہیئے کہ رابطہ کی رپورٹ درست ہے یا غلط؟ اگر درست ہے اور واقعی درست ہے تو پھر آپ کو بھی

مجلس ذکر ضبط و ترتیب : ادارہ

انتشار کے نقصانات

پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

محترم حضرات و معزز خواتین!

اتحاد و اتفاق خداوند قدوس کی بڑی نعمت ہے اللہ تبارک و تعالےٰ نے قرآن عزیز میں اس نعمت کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے اور حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر آپ ساری دنیا کی دولت خرچ کر ڈالتے تب بھی لوگوں کا جوڑ آپ کے لئے ممکن نہ تھا۔ یہ اللہ تعالےٰ کا کرم اور احسان ہے کہ اس نے لوگوں کے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا ــــــ مسلمان کی تاریخ یہ ہے کہ جب تک آپس میں ان کا جوڑ رہا اور آپس میں وہ متحد و متفق رہے ان کے حالات اچھے رہے ان کا کارواں آگے کو بڑھتا رہا لیکن جب کبھی ایسی صورتِ حال پیدا ہوئی کہ آپس میں آراء کا اختلاف ہوا تو صورت حال یکسر ان کے خلاف ہوگئی۔ دیانت دارانہ طریق سے آراء کا اختلاف بظاہر کوئی بری چیز نہیں لیکن اتفاق و اتحاد کی برکات اس سے بھی متاثر ہوتی ہیں اور جب اختلاف کے بجائے مخالفت ہو جائے اور ہر حال میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانا مقصد زندگی قرار پائے تو پھر سوائے خرابی و بربادی کوئی چیز پلّے نہیں پڑتی۔ آپ کبھی غور کریں اور سوچیں کہ اندلس پر سات سو سال آپ کا قبضہ رہا اور پھر اس کے بعد مسلمان کا راج، اس کے علمی مراکز اور اس کی ہمہ نوع ترقی اس طرح بربادی کا شکار ہوئی کہ آج تک وہاں پھر اسلام کا نام لینے والا کوئی نہ ہوا۔ کبھی سوچا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر آپ مختصر لفظوں میں جواب معلوم کرنا چاہیں گے تو آپ کو جواب ملے گا کہ سات سو سالہ عروج اسی نااتفاقی کا شکار ہو کر رہ گیا۔ خلافت عثمانیہ کا رعب و دبدبہ پوری دنیا میں موجود تھا اور یورپ اس کی تباہی پر ادھار کھائے بیٹھا تھا لیکن اس کی تلوار توپ اور تفنگ نے وہ کام نہ کیا جو عرب و عجم کی لڑائی نے کیا حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے کالے گورے اور عرب و عجم کی تفریق کو اپنے عمل و کردار اور مقدس تعلیمات نے مٹایا تھا۔ لیکن جب اتنے عرصہ بعد وہ جاہلانہ نعرہ پھر فضا میں بلند ہوا۔ تو خلافت عثمانیہ کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی اور آج تک اگر عرب حضرات متحد العمل نہیں ہو سکے تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں۔

عزیزانِ گرامی! برصغیر میں مسلمانوں کا طوطی بولتا تھا ان کی ناچاقی نے ان کی حکومت گنوائی اس کے بعد خدا خدا کرکے پاکستان بنا تو ۲۴ سال بعد ہی اس کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور دنیا کی سب سے بڑی مسلمان حکومت دو حصوں میں بٹ گئی اور اب جو صورت حال ہے وہ کوئی کم المناک نہیں، علاقائیت کا صور پھونکا جا رہا ہے۔ مذہبی فرقہ واری کے پرچارک ملک میں افراتفری اور ہنگامہ آرائی پر تُلے ہوئے ہیں۔

میرے محترم رفقاء گرامی! خدا کے لئے غور کریں حالات پر توجہ دیں، اپنی صفوں کو منظم کریں۔ اور اپنی صفوں میں گھسے ہوئے دین دشمن اور اتحاد کے دشمنوں سے ہوشیار رہیں۔ آج مختلف شکلوں میں آپ کی تباہی کا اہتمام ہو رہا ہے۔

(باقی پر)

خطبہ جمعہ
ضبط و ترتیب : علوی

سیرت نبوی قرآنی

دعوتِ اسلام —— (تدریجی مراحل)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ، الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (الاعراف)

محترم حضرات و معزز خواتین !

جو شخص جناب سرورِ کائنات ، رسولِ رحمت ، محمد عربی صلوات تعالےٰ علیہ و سلامہ کی سیرت و سوانح پر قلم اٹھاتا یا کچھ بولتا ہے اس کے سامنے یہ سوال ضرور آتے ہیں کہ آپ کا پیام کیا تھا ؟ آپ کن کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے ؟ اور ان لوگوں نے آپ کا پیام کس رنگ میں سنا اور کیا سلوک کیا ؟

تبلیغ : ایک اجمالی حکم

قرآن پر غور کریں تو عطائے نبوت کے ساتھ ہی اجمالی طور پر تبلیغ کا حکم آپ کو مل گیا تھا — سورۃ مدثر ابتدائی دور کی سورۃ ہے - اس میں ہے کہ قُمْ فَأَنْذِرْ - کھڑے ہوجئے اور لوگوں کو ڈرائیے -

ڈرانے کا حکم ضرور ہے لیکن اس کی تصریح نہیں کہ کس کو ڈرائیں اور یہ عمل انذار کس پر ہو ؟ اسی طرح کی مجمل آیات قرآن میں اور بھی ہیں - مثلاً

"آپ کہہ دیجئے کہ میں تو
ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں"
(الحجر ع ۲)

"میں اور کچھ نہیں بجز
اس کے کہ بشیر و نذیر ہوں"
(الاعراف ع ۲۳)

نیز الاعراف میں ہی ہے ،

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ - یعنی جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے "

گو کہ اس آیت میں "مشرکوں" کا ذکر ہے لیکن اس انداز سے کہ ان سے اعراض برتا جائے - ورنہ ساری آیات کا مقصد محض حکم تبلیغ ہے اور بس —— اور ابھی تک ان آیات سے ثابت نہیں ہوتا کہ کس کو کہنا ہے ؟ آپ کا دائرہ عمل کہاں تک ہے ؟ بلکہ اسی انداز کی اور آیات بھی ہیں - مثلاً المائدہ کی مشہور آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل من ربک یا بقرہ میں ہے کہ ہم نے آپ کو دین حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے - اور بعینہٖ ایسے ہی الفاظ سورۂ فاطر میں ہیں - اس میں مزید ارشاد ہے اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيرٌ کہ آپ محض ڈرانے والے ہیں - اس کے علاوہ سورۂ بنی اسرائیل ، الفتح ، الاحزاب اور الفرقان میں اس مضمون کے اشارات موجود ہیں -

ان تمام آیات میں بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ذمہ "فریضہ تبلیغ تھا" یہ آپ کی ذمہ داری اور گویا ڈیوٹی تھی اور بشیر ، نذیر ، مبشر اور شاہد وغیرہ الفاظ اسی حقیقت کے غماز ہیں —— اور انذار کا یہی مفہوم ہے -

رسول

بلکہ اگر یہ تصریحات نہ ہوتیں تو خود لفظ "رسول" پر غور کریں تو اس کے اندر بھی اجمالاً ان فرائض کا ذکر آ جاتا ہے - کیونکہ رسالت کا معنی یہی تو ہے کہ "کسی کو کسی کا پیام پہنچانا" - گویا آپ کی پیامبری اور پیام رسانی کا مسئلہ تو پہلے دن سے واضح تھا اور اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ تھا —— سوال یہ ہے کہ آپ کا مخاطب کون سا گروہ ، کون سا طبقہ اور کون سی انسانی آبادی تھی ؟

خاندان کا مسئلہ

اس سلسلہ میں قرآنی تصریحات پر غور فرمائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ و ہدایت کے باب میں پہلا حکم کنبہ اور برادری والوں کے حق میں اترا - سورۂ شعراء پر غور فرمائیں - اس میں ارشاد ہے —— وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ —— یعنی اپنے قریب کے خاندان والوں کو ڈرائیں - گویا فطرت کے عین مطابق دعوت کے آغاز کا حکم ہوا اور گھر سے بات شروع کرنے کا حکم دیا گیا - ورنہ دوسرے معترض ہو سکتے ہیں اور انہیں یہ کہنے کا موقعہ مل سکتا ہے کہ میاں اپنے گھر کی خبر لو - خدائے علیم و خبیر نے کسی بد اندیش کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں دیا بلکہ گھر سے بات شروع کرائی -

قوم

اس کے بعد یہ دائرہ وسیع ہوا تو قوم عرب تک پہنچا دوسرے لفظوں میں "نسل اسمٰعیل" کو مخاطب بنایا گیا - قرآن عزیز پر غور کریں ، کتنا خوبصورت انداز بیان ہے اور کیسی خوب ترتیب —— سورۂ یاسین میں ہے - " تاکہ آپ ڈرائیں اس قوم کو جس کے آباد و اجداد ڈرائے نہیں گئے - اور وہ اس سے بے خبر ہی ہیں " اور سورہ سجدہ کی ایک آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے - ترجمہ یہ ہے :-

" تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں
جن کے پاس آپ سے قبل
کوئی ڈرانے والا نہیں آیا "

قرآن کی کئی آیات ہیں جن میں آپ کا " امیوں " کو ڈرانا اور " امیوں میں آنا " ذکر کیا گیا ہے مثلاً سورۂ الجمعہ کی آیت میں ہے :-

" اللہ وہی ہے جس نے
امیوں کے درمیان انہی میں
سے رسول مبعوث کیا " الخ

امیوں سے مراد واضح طور پر وہ قوم ہے جو " ام القریٰ " یعنی مکہ معظمہ میں آباد تھی - یہ بستی جو مرجع خلائق ہے دنیا کے بیچوں بیچ واقع ہونے کے سبب " ام القریٰ " کہلاتی ہے اور اس کے باسیوں کو " امی " کہا جاتا ہے - اس کا معنی ان پڑھ کرنا عجیب سی بات ہے کہ اس قوم کی تاریخ اس سے مناسبت نہیں رکھتی —— بہرحال آیت میں ہے کہ خدا نے امیوں میں سے رسول بھیجا - تائید کے لئے سورۂ بقرہ کو دیکھیں جس میں بنا رکعبہ کے وقت حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی دعائیں ہیں عرض کرتے ہیں :-

" اے ہمارے رب !
ہماری ذریت کے درمیان
ایک رسول انہی میں سے اٹھا "

گویا امت دعوت میں ساری نسل اسمٰعیل شامل ہو گئی - اور یہ رسالت مآب کی دعوت و تبلیغ کا دوسرا مرحلہ کہنا چاہئے -

مزید ترقی

اس کے بعد سورۂ انعام کی آیت پر غور کریں جس میں ارشاد ہے " اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تمہیں بھی خبردار کروں تو ان کو بھی جن کو یہ پہنچے " - " انذرکم بہ " و " من بلغ " کے لفظ ہیں جن سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے ، کہ دعوت محمدی اب انہی کے ساتھ محدود نہیں جو آپ کے اولیں مخاطب

تھے بلکہ اب اس کا دائرہ وسیع ہو گیا اور اس ساری آبادی کو محیط ہو گیا۔ جہاں تک قرآن پہنچے ۔ اور چونکہ اس کے پہنچنے کا امکان روئے زمین کے ہر گوشہ تک ہے اس واسطے گویا دائرہ دعوت بھی سارے عالم تک وسیع ہو رہا ہے ــــــ یہ تو قرآنی آیات سے ایک قسم کا نتیجہ نکالنے کی بات ہے لیکن اگر خود الفاظ قرآنی پر غور کریں تو اس کی صراحت بھی آپ کو مل جائے گی ــــ الفرقان میں ہے :۔

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے فیصلہ والی کتاب اپنے بندہ (خاص) پر اتاری ، کہ وہ سارے عالم اور جہان کو خبردار کرنے والا ہے"۔

ایسی ہی بات سورۂ انعام میں ہے :۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ ،

یہ قرآن نصیحت نہیں ہے مگر سارے عالم و جہان کے واسطے"۔

سورۂ سبا کی مشہور آیت ہے جس کا ترجمہ ہے :

"اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے پیغمبر) مگر سارے ہی انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر"۔

اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا بھی گویا مفاد یہی ہے

اور سورۂ الاعراف کی جو آیت ابتدا میں آپ نے ملاحظہ فرمائی اس میں براہِ راست آپ کو اسی عنوان و انداز سے خطاب ہے :۔

"آپ کہہ دیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف رسول ہوں اللہ کا جس کی سلطنت آسمانوں اور زمین کی ہے"۔

اور آیت تکمیل دین پر غور کریں تو اس کا مفہوم و مدعا بھی یہی سامنے آتا ہے کہ علاقائی اور قومی نبوتوں کے بعد عالمگیر رسول کا دور آیا اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے نسلِ انسانی پر دین اسلام کی نعمت تمام کر دی اور انہیں بھرپور طریق سے نواز دیا۔

الغرض یہ بات ثابت ہو گئی کہ قریبی عزیزوں کے بعد نسل اسمٰعیل پھر اقوام عالم کے لئے آپ ہادی و رسول بن کر آئے۔ گو کہ سب سے آپ براہ راست مخاطب نہ ہوئے بلکہ اپنے شاگردوں اور تربیت یافتوں کی ایک جماعت تیار کرکے "رفیق اعلیٰ" سے جا ملے اور پھر ان فیض یافتہ لوگوں نے آپ کی ہدایت کی روشنی میں یہ کام کیا اور اس طرح کہ ساری دنیا بقعہ نور بن گئی اور قرآن کا پیغام گوشہ گوشہ تک پہنچ گیا۔ آپ کے براہِ راست مخاطب وہ لوگ رہے

جو جغرافیائی اعتبار سے ہم وطن یا قریبی تھے۔ ان کو آپ نے خدا کا دین سنایا اور بھرپور طریق سے۔ اس طرح دو سوالوں یعنی آپ کا پیغام کیا تھا؟ اور پیغام کا دائرہ عمل کیا تھا؟ پر گفتگو مکمل ہو گئی۔ پر ایک سوال ابھی باقی ہے اور وہ یہ کہ جن کو آپ نے دعوت دینی دی ان کا رویّہ اور طرز عمل کیا رہا؟ انہوں نے کیا سلوک کیا؟ اس پر گفتگو تفصیلی ہو گی اس میں مشرکین آئیں گے، اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ذکر ہو گا اور منافقین پر گفتگو ہو گی ، اور آخر میں اہل صدق و صفا مومنین کی بحث چھڑے گی۔ گویا سعادت مندوں کا ذکر ہو گا تو اہل شقاوت کا بھی۔ ماننے والوں پر گفتگو ہو گی تو نہ ماننے والوں پر بھی۔ اور اسی سے پیغمبرانہ دعوت و عزیمت کا اصل مسئلہ سامنے آئے گا اور معلوم ہو گا کہ پیغمبر خدا کی طرف سے عزیمت و استقامت کے کس بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔

خدا اپنی رحمت کے چھینٹوں سے ہمیں بھی سیراب فرمائے۔ آمین!

و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

برصغیر کے نامور شاعر جناب احسان دانش انتقال کر گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفصیل آئندہ

حضرۃ الامام لاہوری قدس سرہٗ کے مجاز و خادم مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی نے حضرت کے ۲۰ ویں یوم وصال پر احقر کی درخواست پر یہ مختصر مضمون لکھا جو روزنامہ جنگ راولپنڈی کی اشاعت ۲۳ر فروری ۸۲ء میں شائع ہوا۔ اختصار کے باوجود اس کی اہمیت ہے اس لئے پیش خدمت ہے۔ اسی موقعہ پر برادرِ مکرم مولانا عزیز الرحمٰن خورشید کا مضمون امروز میں ، عزیزی ظہیر میر کا جنگ لاہور میں اور احقر کا مشرق لاہور میں شائع ہوا۔ (علوی)

چودھویں صدی کے عظیم اسلامی مفکر حضرۃ مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد زاہد الحسینی

شارع اسلام خاتم النبیین محسن انسانیت صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے اپنی امت کے عروج اور زوال کو ایک بنیادی نکتہ میں سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّ يَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ ۔

یعنی اللہ تعالےٰ اس کتاب (قرآن عزیز) سے راہنمائی حاصل کرنے والی اقوام و طبقات کو بام عروج پر لے جائیں گے۔ اور جب اس کتاب سے منہ موڑ لیا جائے گا تو بام عروج کو پہنچی ہوئی اقوام کو قعرِ مذلت میں گرا دیا جائے گا۔

ملتِ اسلامیہ

کے حقیقی بہی خواہوں نے جب بھی امت کو گرتے ہوئے دیکھا تو اسی الحبل المتین اور العروۃ الوثقیٰ سے منسلک کرنے کے لئے دل و جان سے محنت کی چنانچہ اسی برصغیر میں اسلامی مملکت کے زوال پر برصغیر کے عظیم محسن شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے قرآنی تعلیمات کو عام فہم کرنے کے لئے سب سے پہلا کامیاب اور جامع ترجمہ فارسی زبان میں فرمایا جس کی اشاعت سے اگرچہ حکومت تو نہ مل سکی مگر برصغیر کے مسلمانوں میں وہ اسلامی جذبہ باقی رہا جس نے عظیم اکثریت کے بل بوتے پر اپنا ملّی وجود تسلیم کرا لیا۔ اسی حقیقت کو اتحاد عالم اسلامی کے عظیم داعی اسیر مالٹا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صدر کے ساتھ سمجھتے ہوئے مالٹا ہی میں قرآن عزیز کا عام فہم ترجمہ اردو زبان میں فرمایا تھا۔ عین ایسے وقت میں کہ فرنگی اقتدار کا سورج نصف النہار پہ چمک رہا تھا فکر ولی اللّٰہی کے امین اور دانش شیخ الہند کے حامل ایک مردِ حق آگاہ نے عروس البلاد لاہور میں معارف کلام خداوندی کی تعلیم و اشاعت کے لئے چند مربع فٹ مسجد میں متوکلاً علی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایک انجمن بنام خدام الدین ۱۹۱۷ء میں بنیاد رکھی۔ اس کے مقاصد میں سے اہم مقصد نبوت خاتمہ کے تمام شعبہ جات سے عامۃ المسلمین کو بہرہ ور کرنا قرار پایا یعنی

(۱) کتاب عزیز کا ترجمہ عمومی اور خصوصی طور پر اس نہج سے کیا جائے کہ اس کی روشنی میں مسلمانوں کو اپنی حیثیت نظر آ جائے اور وہ جس عظیم مقام کو بھول چکے ہیں اس کی طرف مردانہ وار قدم اٹھائیں۔

(۲) قرآن عزیز اس خالق کائنات کا کلام ہے جو "العلیم" اور "الحکیم" بھی ہے اس لئے حکمت کلام ربانی کی تفہیم کے لئے برصغیر کے عظیم حکیم

حضرت شاہ ولی اللہ کی مرتبہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی تعلیم ساتھ رکھی (یہ نصاب صرف حضرت قدس سرہ العزیز کی حکمت شناس دانش نے مرتب فرمایا تھا۔ جس کو پڑھ لینے کے بعد کتاب عزیز کی ابدی اور لاثانی حکمت پوری طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے)

۳۔ کسی ضابطہ حیات کا پڑھ لینا اور سمجھ جانا اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا جب تک کہ دل اس کو قبول نہ کرے اس لئے اس مفکرِ اسلامی نے تزکیۂ باطن کا شعبہ بھی اس درسگاہ میں قائم فرمایا یعنی مسلمانوں کی فلاح کے لئے امام الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کے ہر سہ فرائض منصبی (یعلمھم الکتٰب والحکمۃ و یزکیھم بقرہ ۱۲۹) کی اشاعت کو مقصدِ عظیم بنایا۔

آج برصغیر میں جہاں کہیں مساجد کے میناروں سے درسِ قرآن عزیز کی روح پرور صدائیں بلند ہو رہی ہیں یہ اسی عظیم اسلامی مفکر کی جد و جہد کا نتیجہ ہے ورنہ یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ آج سے پون صدی پہلے یہ فضا قرآنی ہدایت کے مبارک نغمات سے بالکل خاموش تھی۔

اس محسنِ کبیر نے اپنی خداداد بصیرت سے سمجھ لیا تھا کہ تعلیمات قرآنی اور حکمت ربانی کو جب تک دینی مدارس کی حدود سے باہر بھی نہ پھیلایا جائے گا، اس وقت تک گوہرِ مقصود کا دستیاب ہونا ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے علوم و حِکَم سے بہرہ ور ہونے والے آج کی علمی اور دینی دنیا کے عظیم انسان ہیں جن میں سے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند عالم اسلامی کے مایہ ناز بطلِ جلیل مولانا ابوالحسن علی ندوی، علوم شرقیہ کے ممتاز فاضل سید محمد عبداللہ شاہ کی دینی و ملی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ ان اکابر اور ان جیسے کئی اکابر نے اسی ذاتِ بابرکات سے اکتسابِ فیض کیا تھا۔ کو احمد علی کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے قدس سرہ العزیز تاریخ رحلت ۲۳ رفروری ۱۹۶۲ء۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

اس صورت حال کو کنٹرول کرنا آپ کا کام ہے ورنہ تاریخ کا پہیہ کسی کی خاطر رُکا نہیں کرتا۔ آیئے اس مجلس پاک میں اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ ہم ایک دوسرے کا احترام کریں گے، ایک دوسرے کے جذبات کی قدر کریں گے اور جیتے جی کوئی ایسا اقدام نہ کریں گے جو ملّت کے اتحاد و اتفاق کے منافی ہو ——— خداوند قدوس ہم پر اپنا کرم فرمائے۔ آمین!

بقیہ : خواتین کا صفحہ

شاگردوں کے ناموں کی نشاندہی نہیں کی۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ ان کے شاگردوں میں ان کے بیٹے حضرت معبد بن مالک انصاری بھی شامل ہیں۔

وفات

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے پچاس سال سے کچھ زائد عمر پا کر امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے جنازہ میں جن حضرات نے شرکت کی ان میں خود حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوہریرہ، حضرت طلحہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت زبیر بن عوام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ شامل ہیں۔ انہیں جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

ماہانہ مجلسِ ذکر،

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ مسجد خضرا سمن آباد لاہور میں اتوار ۴ راپریل ۸۲ء کو بعد نماز مغرب مجلس ذکر کرائیں گے۔ دعوت عام ہے۔

(ناظم)

علم الغیب خالق ہوتا ہے

مولانا حکیم عبدالغفور

انوتوی بریلوی کی تفصیل

علم غیب میں تین صفت ہونا ضروری ہیں۔ اوّل غیر محدود ہو (۲) بلا واسطہ ہو۔ (۳) تغیّر و تبدل سے پاک ہو۔ غیر محدود کی تفصیل معلوم ہے واسطہ سوائے خالق کے مخلوق کے ہر علم میں ہوتا ہے کسی مخلوق میں کوئی علم بلا واسطہ ماننا خلاقیت کا انکار ہے واسطہ کا ہر علم محدود ہوتا ہے اس کو غیر محدود کہنا سخت غلطی ہے بلا واسطہ کا علم مخلوق کے ہر فنۃ پر ہر آن بغیر کسی تغیر و تبدل کے محیط ہوتا ہے۔ یہ صفت سوائے خالق کے مخلوق میں ہونا محال ہے اسی وجہ سے عالم الغیب کا خالق ہونا شرط ہے۔

خالق کی بیشمار اشیاء میں سے محض اون اشیاء کو لے لیجیے جن کا استعمال مخلوق کرتی ہے ان کے جملہ صفات چھوڑ کر محض صفت ذائقہ پر غور کر جائیے کہ جب تک کسی کے بتلانے یا چکھنے کا درمیان میں واسطہ نہیں ہوگا مخلوق اس کے علم سے بے علم رہے گی۔ لیکن عالم الغیب ان واسطوں سے پاک ہوتا ہے کیونکہ وہ ان ذائقوں کا خالق ہے۔ خالق کو جو علم اپنی مخلوق کا ہوتا ہے غیر خالق کو اس کا ہونا محال ہے۔ غیر خالق کے علم جزوی کو علم خالق کے مثل کہنے کو عقل سلیم کی طرح منظور نہ کرے گی۔ اسی ایک مثال سے دنیا کے تمام واقعات پر غور کر جائیے۔

علم غیب تغیر و تبدل سے پاک ہے

مخلوق کا کوئی علم تغیر و تبدل سے پاک نہیں ہوتا۔ تکلیف و راحت، بھوک و پیاس خواب بیداری، سیر و تفریح، سفر و حضر کے ہر علم میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے کسی چیز کی کوئی حالت ایک حالت پر قائم نہیں رہتی غیر مناسب حالت کا علم مناسب حالت ہونے سے بدل جاتا ہے انسان محتاج ہے اور محتاجی ایسا دریا ہے جس سے تغیّر و تبدّل کے ہزاروں چشمے پھوٹتے رہتے ہیں مخلوق کا خواہشوں سے بے نیاز ہونا ناممکن ہے ؎

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو
وگرنہ ہم خدا ہوتے جو دل بے آرزو ہوتا

مثلاً بھوکے پیاسے کو بھوک پیاس کی تکلیف کا علم ہے جب کھا پی لیا تو شکم سیری کی راحت کا علم ہوگیا۔ بھوک پیاس کی تکلیف کا علم شکم سیری کی راحت سے بدل گیا۔ پھر شکم سیری میں تغیر و تبدل پیدا ہوا تو راحت کا علم بھوک پیاس کے علم میں تبدیل ہونے لگا۔ اسی طرح مخلوق کے ہر علم میں ہر وقت تغیّر و تبدل ہوتا رہتا ہے جو علم غیب کی شان کے خلاف وہ علم جس میں کسی قسم کا کسی وقت تغیّر و تبدّل ہو وہ عالم الغیب کا علم ہے کیونکہ وہ خالق ہے۔

کوئی مخلوق کسی علم کی وجہ سے انسان پر شرف نہیں رکھتی

خلاق عالم کی بے شمار مخلوق ہے اور ہر مخلوق کے جُدا جُدا علوم ہیں۔ انسان کے علوم ملائکہ کو نہیں ملائکہ کے علوم جنات کو نہیں، جنات کے علوم حیوانات کو نہیں، غیر انسانی مخلوق کے علوم مخلوق انسانی میں نہ ہونا شرافت انسانی پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ حکیم مطلق کی حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ اپنی بے شمار مخلوق کو جُدا جُدا علم دیکر علم غیب کی غیر محدودیت واضح کرے اور انسان باوجود نہ ہونے علوم غیر انسانی مخلوق کے اشرف المخلوقات درج ذیل کی مثالوں پر غور فرمایئے۔

شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا وہ سم ہے جو آج تک نہ کسی حکیم کو ہوا نہ ہو سکتا ہے تو کیا اس کا مرتبہ حکیم سے بڑھ گیا۔ بیا ایک چھوٹا سا پرندہ ہے، وہ اپنی چونچ یعنی گھونسلا ایسا بناتا ہے کہ بڑے سے بڑا انجنیر نہیں بنا سکتا کیا اس کا مرتبہ انجنیر سے بڑھ گیا۔ شہد کی مکھی اور بھڑ کے درمیان ایک مکھی ہے جس کو یہاں بھربا کہتے ہیں وہ مکڑی اور جھینگر وغیرہ کا شکار کر کے لے جاتی ہے اور مٹی کی

چھوٹی سی خوبصورت گھریا بناکر اس میں رکھتی ہے پھر گھریا کے سامنے بیٹھ کر بھن بھن کچھ منتر پڑھتی ہے اور اپنا پاؤں اٹھا اٹھا کر زمیں پر مارتی جاتی ہے قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ پہلے اس مردہ مکڑی یا جھینگر کا پانی بنتا ہے پھر جسم بنتا ہے پھر جان پڑ کر وہی مکھی یعنی بِلبھریا بنتی ہے پھر اس گھریا کو توڑ کر اُڑ جاتی ہے انصاف تو کیجئے یہ مکھی اِس کمال کے دکھانے سے ولیِ کامل کے مرتبہ سے بڑھ سکتی ہے جبکہ وہ کوئی کرامت نہ دکھالے۔ اسی طرح لاکھوں وہ علوم ہیں جو غیر انسانی مخلوق کو ہیں۔ مخلوق انسانی کو نہیں ہیں۔ انسان اس وجہ سے اشرفُ المخلوقات ہے کہ اس کو علوم غیر انسانی مخلوق کے نہیں غیرانسانی مخلوق کے علوم انسانی مخلوق میں ماننا انسانیت کی توہین کرنا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں کہہ کر رسالت کی بہت بڑی توہین کرنا ہے کیونکہ پھر آپ میں وہ علوم بھی ماننا پڑیں گے جن کے نام سے انسان کو نفرت ہے یہ شان اسی عالم الغیب کی ہے جو ان تمام علوم کا خالق ہے اور آپ خالق نہیں۔ محبوب کو وہی چیزیں دی جاتی ہیں جو تمام مخلوق میں اعلیٰ اور افضل ہوں چنانچہ آپ کو علوم رذیلہ سے کوئی علم نہیں دیا علوم شریفہ وہ وہ عطا فرمائے جو اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائے بلکہ بعض وہ علوم شریفہ بھی نہیں دیئے جن کو قدرت نے آپ کی شان شایاں نہ سمجھا۔ جیسے لکھنے پڑھنے کا علم یا شاعری وغیرہ کا علم اس تحریر کا فیصلہ آپ پر چھوڑا جاتا ہے۔ آپ بتائیں کہ علم غیب غیرمحدود ہوتا ہے یا محدود۔

اخبارُ الغیب

اس میں شک نہیں کہ علام الغیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیشمار غیوب کا علم دیا اس میں بھی کلام نہیں کہ آپ نے غیب کی اس قدر خبریں دی ہیں جن کا شمار محال نہیں تو مشکل ضرور ہے چونکہ یہ خبریں کلی نہیں جزوی ہیں اس لیے علم غیب کا جزو کہہ سکتے ہیں علم غیب نہیں کہہ سکتے مثلاً روزانہ ہزاروں قسم کی مخلوق بے تعداد مرتی اور پیدا ہوتی ہے اس میں سے چند قسم کی مخلوق کے چند افراد کے مرنے یا پیدا ہونے کی سو برس پہلے خبر دے دی تو یہ غیب نہیں غیب کا جزو ہے جز کسی طرح کل نہیں ہو سکتا اور نہ اس جزو کا حوالہ علم غیب کی دلیل ہوسکتا ہے کیونکہ ان چند افراد کے پیدا ہونے یا مرنے کے وقت نہ معلوم کتنی مخلوق پیدا ہوئی اور مری ہوگی۔ اسی ایک مثال سے ان تمام اخبار الغیب کو سمجھ لیجئے کلی سمجھنا غلط فہمی ہے۔

بقیہ: مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ

ماخذ شرح

فاضل شارح نے سبعہ معلقہ کی شرح میں لغات و محاورات کی تحقیق میں سبعہ معلقہ کی شرح مولفہ امام علامہ ابو عبداللہ الحسین بن احمد الحنفی الزوزنی اور اس کے خلاصہ پر، جو مولوی عبدالرحیم صفی پوری نے کیا ہے، اعتماد کیا ہے

خصوصیاتِ شرح

فاضل شارح نے سبعہ معلقات کی شرح میں انہی خصوصیات کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو حماسہ و متنبی کی شرح میں ملحوظ رکھی گئی ہیں ۔۔۔ پہلے عربی الفاظ و محاورات کی عربی میں تشریح اور حل طلب امور کی وضاحت کی گئی ہے اور صرفی و نحوی گتھیوں کو عربی میں حل کیا گیا ہے پھر اردو میں کہیں مطلب خیز اور کہیں تحت اللفظ ترجمہ ہے ۔۔۔ حسب موقع و مقام اردو اشعار بھی پیش کئے ہیں جو فاضل شارح کے ذوق شعری کی پوری طرح آئینہ داری کرتے ہیں۔

حادثہ جانکاہ

● جامعہ قاسمیہ رحمان پورہ لاہور کے مدرس حفظ قاری حبیب احمد گذشتہ دنوں ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو کر ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ادارہ ان کی ناگہاں موت پر ان کے لواحقین سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔ جمعیۃ طلباء اسلام لاہور کے رہنما عبداللطیف عثمانی نے ان کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا ذوالفقار علی رح

علمی و ادبی خدمات

دنیائے علم و ادب پر مولانا ذوالفقار علی کا قابلِ ذکر و گراں قدر احسان یہ ہے کہ انھوں نے ادب عربی کی مستند کتب، جو درسِ نظامی اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں، کی تسہیل کے سلسلے میں بہت کام کیا ہے، ان میں اکثر کتب ایسی ہیں جن کا، مضامین و مطالب کی دقت و باریکی اور اغلاق کی وجہ سے طلبہ کے لیے سمجھنا اور معلّمین کے لیے سمجھانا مشکل تھا، یا وہ درسی کتب جن کے قابل اعتبار و سہل المآخذ حواشی و شروح اردو زبان میں موجود نہ تھیں۔ بڑی تحقیق و کاوش کے بعد ان کی شروح لکھیں اور اپنے تعلیمی و تدریسی تجربہ کی بنا پر ہر حیثیت سے ان کو اس درجہ سہل اور عام فہم بنا دیا کہ اب ذی استعداد طلبہ کے علاوہ ادنیٰ صلاحیت و استعداد کے طالب علم بھی سہولت کے ساتھ ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مولانا ذوالفقار علی نے فن معانی و بیان کو نہایت خوبی سے اردو زبان میں منتقل کیا بلکہ زبانِ اردو میں اس فن کو مولانا ممدوح نے سب سے پہلے جاری کیا ہے گو اس سے پہلے اس فن میں بعض کتب اُردو میں لکھی گئیں لیکن وہ ناتمام و مختصر ہیں۔ نیز علم معانی میں جو مقصودِ اعظم بلاغت ہے اس سے پہلے کوئی رسالہ تالیف نہیں ہوا۔

مولانا ذوالفقار علی کی یہ تصانیف و شروح اپنی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے علماء و ادباء کے ہاں ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔

اب ہم مولانا کی تصانیف و شروح پر تبصرہ پیش کرتے ہیں۔

تصانیف و شروح

تسہیل الحساب، مولانا ذوالفقار علی کی سب سے پہلی "تالیف" "تسہیل الحساب" ہے، مولانا کی یہ کتاب اُردو میں TATE'S POSTOLOZZIAN ARITHMETIC BY H.S. RAID کی مدد سے تیار کی ہے جو بریلی سے ۱۸۵۲ء میں چھپی ہے۔

اس کتاب کے متعلق گارساں و تاسی لکھتا ہے، (HISTOIRE DELA LITTERATURE HINDOUET HNDOUSTANIE VOL. 1. 461)

" انہوں نے (مولانا ذوالفقار علی) اُردو میں تسہیل الحساب کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو بریلی سے ۱۸۵۲ء میں چھپی ہے اس کو Tate's Postolozzian Arithmetic by by H. S. Raid کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔"

(۲) تذکرۃ البلاغۃ:

مولانا ذوالفقار علی کی یہ تصنیف علم بلاغت کے موضوع پر ہے۔ تاریخ تالیف ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء ہے۔ مولوی عبدالحکیم صاحب نے مندرجہ ذیل اشعار سے تاریخ تالیف کی نشاندہی کی ہے۔ (تذکرۃ البلاغۃ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۲۳ء بارسوم صفحہ ۱۸۰)

پو خورشید معانی بے مثال ست
حساب سال کن زانسان کہ دانی
بہ اوج آمد بگو شمس البلاغۃ
بہ سن عیسوی تاریخ ۱۸۷۴ ثانی

یہ کتاب مدارس کے طلبہ کے لیے تالیف کی گئی ہے مولانا ذوالفقار علی کو اس کتاب کی تالیف پر گورنمنٹ کی طرف سے پانچ سو روپے بطور انعام دیا گیا۔ کتاب کے سرورق پر یہ عبارت مطبوع ہے۔ "تذکرۃ البلاغۃ بارسوم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۲۳ء سرورق) "حسب منشا جناب مستطاب معلی القاب

نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی واسطے تعلیم طلبہ مدارس کے کتاب تذکرۃ البلاغۃ مولوی ذوالفقار علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع سہارنپور نے تالیف کیا اور جس کے صلہ میں پانچ سو روپے بطور انعام سرکار سے مرحمت ہوتے۔"

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن غالباً ۱۸۷۴ء میں طبع ہوا اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا ہے۔

اور چوتھا ایڈیشن مطبع قدیمی دہلی میں چھپا ہے۔

ماخذ وخصوصیات:

ہمارے پیشِ نظر تذکرۃ البلاغۃ کا تیسرا ایڈیشن مطبوعہ مجتبائی دہلی سال طباعت ۱۹۲۳ء ہے، اس کے دیباچے میں مولانا ذوالفقار علی لکھتے ہیں۔

برنگِ گل جسے اب دیکھیے وہ خنداں ہے
بہارِ علم ہے ہندوستان گلستاں ہے

ان دنوں کہ ہندوستان جنت نشان بتوجہ شاہنشاہ رعیت پرور مخزن علوم و ہنر ہے اور گلشن ہر فن مثل سبز و شاداب و تازہ و تر ہے جس طرف دیکھو چمنستان کمالات لہلہاتے ہیں اور ارباب کمال بستان نغمہ سنجان چمن چہچہاتے ہیں۔ حکام والا مقام کی طرف سے اہلِ علم کو صلائے عام ہے اور فراہمیِ تالیفاتِ مفیدہ کی تاکید تمام ہے ایسے مبارک وقت میں بندۂ حقیر ذوالفقار علی عفااللہ عنہ، خادم دیرینہ سررشتہ تعلیم کو بھی تالیف جدید کا خیال آیا۔ گویا باسی کھیر کو ابال آیا۔ اس کے بعد مشورہ دوستوں کے یہ صلاح ٹھہری کہ بلاغت میں جو ایک علمِ شریف ہے کوئی رسالہ تالیف ہو کیونکہ اس علم کی جامع کتاب اردو میں نایاب ہے ہرچند بیان و بدیع میں تو رسائل کسی قدر ہیں، گو کمتر ہیں اور اکثر ناتمام و مختصر ہیں مگر علم معانی میں جو مقصودِ اعظم بلاغت ہے اب تک کوئی رسالہ نہ آنکھوں دیکھا اور نہ کانوں سنا، اردو تو اردو فارسی میں بھی اس علم کی اچھی کتاب نادر الوجود بلکہ مفقود ہے نہایت تعجب کا مقام ہے کہ یہ شاہد رعنا و دلبر زیبا اس قدر عرصہ تک حجاب میں رہا اور کسی مشتاق دیدار نے اس کے چہرہ کا نقاب نہ اٹھایا۔ ظاہرا باعث اس توقف کا دشواری فن مذکور ہے اور اب تینوں فنون کا ایک جا جمع کرنا ضرور ہے ——— الحاصل جب احباب نے یہ حکم قطعی فرمایا تو مجھ سے سوائے اس کے اور کچھ بن نہ آیا کہ یہ شعر کسی استاد کا حسب حال زبان پر لایا ؎

بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

ہرچند یہ کار میرے حوصلہ سے باہر اور میری طاقت و لیاقت سے بڑھ کر تھا مگر چار و ناچار توکلت علی اللہ تعالیٰ کمر کو اٹھا اور تعمیل حکم دوستاں میں ہمہ تن مصروف ہو بیٹھا۔ سو صد شکر خداوند کار ساز بندہ نواز کا کہ کتاب حسب دلخواہ تمام ہوئی اور نام اس کا "تذکرۃ البلاغۃ" رکھا گیا ——— معلوم رہے کہ اصل اس کتاب کی کتب عربیہ مثل مطول و مختصر معانی تصنیف علامہ سعدالدین تفتازانی ہیں۔ اور اس لیے ترتیب مسائل انہیں کے موافق ہے اور اصطلاحات عربیہ کی ان کے موقعوں پر اچھی طرح تشریح کر دی گئی ہے اور بعض مقام پر اور رسائل فارسی و اردو مثل عطیہ عظمیٰ و موہبتِ کبریٰ سراج الدین علیخان آرزو و دریائے لطافت میر انشاءاللہ خاں وخصوص بیان و بدیع میں ترجمہ حدائق البلاغۃ مولف مولفہ مولانا صہبائی بھی پیشِ نظر رہیں۔"

تذکرۃ البلاغۃ میں سب سے پہلے تمہید ہے جس میں فصاحت و بلاغت کلمہ و کلام پر نہایت مدلل بحث ہے اس کے بعد حصہ اول علم معانی۔ حصہ دوم میں علم بیان اور حصہ سوم علم بدیع کے بیان میں ہے۔ اور کتاب کا اختتام خاتمہ کے عنوان پر ہوا ہے خاتمہ میں سرقات شعری، اقتباس و تضمین اور حسنِ ابتدا و تخلص اور حسنِ انتہا پر ایک نہایت مفید اور تنقیدی بحث ہے اس بحث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ذوالفقار علی اردو ادب پر کافی دسترس رکھتے تھے۔

کتاب کے آخر میں تاریخ نتائج طبع سلیم مولوی عبدالحکیم متخلص بہ حکیم مطبوع ہے ——— ملاحظہ فرمائیے۔

بنا میزد زہے زیبا کتابے
کلید از پئے گنج معانی
زبان را از بلاغت چاشنی داد
زہے گستر دہ خوانِ میہمانی
نہ خوانیمش کلام وحی و الہام
نہ گوئیمش کتاب آسمانی
ولے وصفش کنیم از روئے انصاف
کہ در اردو زبانش نیست ثانی

چنیں شکلے نزاد از طبع بہزاد
چنیں نقشے نہ بستہ کلک مانی
صفائے او صفائے عارضِ ماہ
ادائے او ادائے دلستانی
نہ کوہ انا ازو صد لعل خیزد
نہ بحر الانما بد در غشانی
چو وا بینی بیان اندر بیان است
چو وا بینی معانی در معانی
بیان او بیان حسن معنی ست
عیاں از منشیش روشن بیانی
ازو ہر فصل تفصیل فصاحت
ازو ہر باب باب نکتہ دانی
ازو نہج البلاغۃ راست آمد
ازو نہر الفصاحت در روانی
حکیم از سالِ طبعش ہر کہ ہر سید
بدو گفتم کہ خورشید معانی
چو خورشید معانی بے مثال است
حساب سال کن ز انسان کہ دانی (۱۲۹۱)
بہ اوج آمد بگو شمس البلاغۃ
بہ سن عیسوی (۱۸۷۴) تاریخ ثانی

تسہیل الدراستہ الی ترجمۃ الحماسہ

یہ دیوان الحماسہ لابی تمام کی شرح ہے تسہیل الدراستہ کے اب تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور تینوں ایڈیشن مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہو کر شائع ہوئے ہیں۔ پہلا ایڈیشن ۱۸۹۰ء میں دوسرا ایڈیشن ۱۹۱۱ء میں اور تیسرا ایڈیشن سنہ۱۹ء میں چھپا ہے۔

دیوان الحماسہ

دیوان حماسہ فصحائے عرب قدیم کے اشعار کا ایسا مجموعہ ہے جس کی رفعت و عظمت کا اعتراف دنیا کے ہر گوشہ میں بجلال عربی ادب کا ادنیٰ سے ادنیٰ ذوق بھی موجود ہے، کیا جاتا ہے اور کسی عربی ادیب کو اس کا مطالعہ کئے بغیر چارہ نہیں۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب کسی لفظ یا محاورہ کی تحقیق و مطلب کا حالہ مطلب ہو تو صرف یہ کہہ دینا کافی خیال کیا جاتا کہ قال الحماسی! جس کے معنی یہ ہیں کہ اس محاورہ یا لفظ کو حماسہ کے جس شعر میں استعمال کیا گیا ہے، وہ شعر اس محاورہ یا لفظ کے صحیح استعمال کی سند کے لیے کافی ہے الحماسہ دنیائے ادب کی چند ایسی کتابوں میں سے ہے جنہیں انگریزی زبان کی اصطلاح میں Books for all time کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ کے علماء ادب نے اس کی طرف بے حد اعتنار کیا ہے۔

الغرض سبعہ معلقات کے بعد دیوان حماسہ کو جتنی بھی اہمیت دی جائے کم ہے۔ اس میں نہ صرف جاہلیت بلکہ صدر اسلام یعنی دونوں زمانوں کی عربی شاعری کا لب لباب موجود ہے۔ اور ان زمانوں کے رسم و رواج تمدن و معاشرت، اخلاقی عادات اور مذہبی معتقدات اور خیالات سے متعلق معلومات کا یہ بہترین ذخیرہ ہے اس میں عربوں کی بعض جنگوں کی تاریخ سے متعلق قطعات بھی ہیں۔ گویا الشعر دیوان العرب کا مقولہ دیوان الحماسہ پر پوری طرح صادق آتا ہے ——— اس کی انہی خوبیوں کی بنا پر اس کے مختلف حصے ہر وقت درس نظامی اور یونیورسٹیوں کے عربی طلبہ کے نصاب میں داخل چلے آتے ہیں۔

وجہ تالیف حماسہ

ابو تمام مولدین کے طبقہ ثانیہ کا سردار ہے پورا نام حبیب بن اوس طائی ہے ۱۸۸ھ میں مضافات دمشق میں جاسم نامی بستی میں پیدا ہوا۔ (تاریخ الادب العربی از احمد حسن زیات ابیروت ایڈیشن ۲۶ واں صفحہ ۲۹۰)

خلیفہ المامون کی طرف سے ابوالعباس عبداللہ بن طاہر خراساں اور دینور کا حاکم تھا۔ ابو تمام نے عراق سے اس کے پاس آنے کا قصد کیا۔ اس کے پاس پہنچا اس کی مدح کی اور صلہ پایا۔ جب وہ خراساں سے عراق کی طرف واپس آ رہا تھا، تو ہمدان کے شہر میں ایک رئیس ادیب ابو الوفا بن مسلمہ کو ابو تمام کے ادھر آنے کا علم ہوا۔ اس نے ابو تمام کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی اور اس کی خوب عزت کی، سردی کا موسم تھا۔ برف باری ہونے لگی۔ ذرائع آمد و رفت مسدود ہو گئے ابو تمام کو مجبوراً وہاں ٹھہرنا پڑا۔ ابوالوفا نے اپنا کتب خانہ دکھایا ابو تمام ان کتابوں میں محو ہو گیا اور ان کتابوں کے انتخاب سے عربی اشعار کی پانچ کتابیں مرتب کیں۔ جن میں سے ایک دیوان "الحماسہ" ہے۔

الحماسہ کے ابواب

(۱) باب الحماسہ (۲) باب المراثی (۳) باب

الادب، (۴) باب النسیب (۵) باب الھجا، (۶) باب الاضیاف والمدیح (۷) باب الصفات، (۸) باب السیر والنعاس (۹) باب الملح (۱۰) باب مذمۃ النساء۔

یہ مجموعہ اپنے پہلے باب کے عنوان سے یہ دیوان الحماسہ کے نام سے مشہور ہے یہ تسمیۃ الکل بالجزء کی مثال ہے۔

شرح الحماسہ

دیوان الحماسہ کی بے شمار شرحیں لکھی گئی ہیں۔ صاحب کشف الظنون (ترکی مصنف)، نے بیس شرحوں کا ہمیں پتہ دیا ہے ان شرحوں کے علاوہ بعض شرحیں اور بھی ہیں جن کا ذکر مختلف کتب ادب میں ملتا ہے ان سب کی تعداد تقریباً ۳۵ ہے — دیوان الحماسہ کئی دفعہ مصر و شام اور ہندوستان میں چھپا۔

غرض تالیف تسہیل الدّراسہ اور خصوصیات و ماخذ

ہمارے پیشِ نظر اس وقت اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن مطبوعہ مجتبائی دہلی ہے — مولانا ذوالفقار علی تسہیل الدراسہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"دو کتاب مذکور (دیوانِ حماسہ) کی دو عربی شرحیں ان دنوں کمترین کی نظر سے گذریں۔ ایک شرح قلمی علامہ تبریزی کی اور دوسری شرح مطبوع تصنیف مولوی فیض الحسن سہارنپوری کی مگر ہر دو شرح تصرفات کتابُ اہلِ مطابع سے گویا مسخ ہوگئی تھیں۔ اور اور بدشواری ان سے کار برآری ہوسکتی تھی علاوہ ازیں شارح اول نے بیانِ استقاقُ اصول کلمات کا بڑا اہتمام کیا ہے اور شرح معانیِ اشعار کا کم اور شارح دوم نے بیانِ انساب وقصص متعلقہ اشعار کو حاجت سے زیادہ طول دیا ہے اور اسی لیے ہر دو شرح طویل ہوگئیں۔ میری رائے میں انساب و قصص کا تذکرہ صرف اسی قدر کافی ہے جس سے مطالب اشعار حل ہو جائیں کیونکہ یہ کتاب کا فن علم انساب نہیں ہے —— اس لیے کمترین نے مناسب سمجھا۔ کہ شرح مختصر جس میں بیانِ انسابُ قصص بقدر کافی و شرح مطالب وافی و شافی ہو، تالیف کرے۔ اور حل لغاتُ تحقیق محاورات عربی زبان میں لکھے۔ تاکہ طلبا کی مہارت عربی میں زیادہ ہو اور واسطے مزید انکشاف معانی اشعار کے ہر شعر کا ترجمہ مطلب خیز اُردو میں کر دیا جائے اور چونکہ شرح دوم میں حل لغات بالاستیعاب کیا ہے۔ اسی لیے اکثر اس پر بقدر مناسب اکتفا کیا اور کہیں کہیں قاموس وغیرہ سے اور زیادہ تحقیق کی گئی ہے۔ پس حقیقت میں یہ دو شرحیں ہیں ایک عربی اور دوسری اردو میں — اور اس واسطے کہ حل معانی اشعار اور ان کے حاصل کو دوسری زبان کے اندر بیان کرنے میں زیادہ سعی کی گئی ہے اس لیے اس ترجمہ کا نام تسہیل الدراسہ الیٰ ترجمۃ الحماسہ رکھا گیا ہے۔

مولانا ذوالفقار علی نے دیباچہ میں غرض شرح، ماخذ شرح اور خصوصیاتِ شرح کی خود وضاحت کر دی ہے۔ مولانا نے دیباچہ شرح کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے شرح کے مطالعہ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے — مولانا ذوالفقار علی کی اس شرح کو فحول علماء نے پسندیدہ نظر سے دیکھا اور علماء ادب عربی کے ہاں اس مقبولیت کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا تُسہیل البیان فی شرح دیوان ابی طیب؟ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں

"وَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ تَسْوِيْدِ كِتَابِ تَسْهِيْلِ الدَّرَاسَةِ فِي شَرْحِ الْحَمَاسَةِ وَارْتَضىٰ بِهِ الْفُحُوْلُ وَتَلَقَّوْهُ بِالْقَبُوْلِ لِكَوْنِهِ فَجَّرَ لَهُمُ الصَّخْرَ وَلَا فَخْرَ"

جب میں کتاب "تسہیل الدراسہ فی شرح دیوان الحماسہ کی تسوید و تحریر سے فارغ ہُوا۔ جسے فحول علماء نے پسند کیا اور شرف قبولیت سے نوازا اس لیے کہ ان کے لیے پتھر کو پانی کر دیا گیا تھا" اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔

نمونہ شرح۔ قال ابوالغول الطہوی

شعر ولا یجزون من حسن بسیءٍ
ولا یجزون من غلظ بلین

تشریح: اَلسَّیِّئُ مخفف سَیِّءٌ والغلظ کعنب ضد الرقۃ وھو المراد باللّین۔ ترجمہ

وہ لوگ نیکی کا بدلہ بُرائی نہیں دیتی اور سختی کے عوض نرمی نہیں کرتے یعنی جیسے کے لیے تیسے ہیں۔

ترجمہ کی یہ خصوصیت ہے کہ مولانا نہایت سلیس اردو میں ترجمہ کرتے ہیں اور

شعر کا مطلب ایک فقرہ میں نہایت خوبصورتی سے واضح کر دیتے ہیں جس طرح آپ نے مندرجہ بالا شعر کی شرح ملاحظہ فرمائی ہے یہی طرز تمام کتاب میں آپ موجود پائیں گے۔

تسہیل البیان فی شرح دیوان ابی طیب

یہ دیوان ابی طیب احمد المتنبی کی شرح ہے اس کے اب تک تین ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں اور تینوں ایڈیشن مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ کہ مولانا ذوالفقار علی نے تمام تصانیف کے حقوق اشاعت مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی کو ہبہ کر دیے تھے۔

دیوان ابوطالبؑ

"ابوطیب احمد بن حسین متنبیؔ کوفہ میں ۳۰۳ھ میں پیدا ہُوا۔ طبقہ مولدین سے تعلق رکھتا ہے" (تاریخ الادب العربي احمد حسن زیات (بیروت ایڈیشن ۲۶) ص ۲۹۷)

متنبی کو شاعری میں وہ شہرت اور ہر دلعزیزی حاصل ہُوئی جو عرب شعراء میں سے نہ اس سے پہلے اور نہ بعد کسی کو نصیب ہوئی اس کے اشعار اس کی زندگی میں ہی دور دور تک پہنچ چکے تھے اور ہر اس ملک میں جہاں عربی زبان کا رواج تھا اس کے قصائد کا چرچا ہونے لگا۔

عباس محمود العقاد نے متنبی کی اس ہر دلعزیزی کو قضاء و قدر سے تشبیہ دی ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جس کے سامنے ہر شخص کو طوعاً و کرہاً سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے

متنبی نے ادب عربی میں شاعری کا ایک ایسا دروازہ کھولا جس کے کھولنے کا متقدمین یا متاخرین شعراء کے دل میں خیال تک بھی نہ آیا تھا، اس کی وفات کے بعد تو لوگ اس کے دیوان کو حفظ کرنے لگے اور نقد و نظر کا موضوع بنانے لگے۔

دیوان کے شارحین کی تعداد چالیس سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اور اس قدر توجہ کسی اور شاعر کے دیوان کی طرف نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ صرف متنبی ایک خاص وقت میں عربی ادب کا واحد موضوع ہوکر رہ گیا اور اس زمانہ میں باقی تمام شعراء پہ جو کچھ لکھا گیا وہ اس مواد سے کہیں کم ہے جو متنبی کے بارے میں لکھا گیا — مشرقی علماء کے علاوہ مغربی علماء یعنی مستشرقین نے بھی متنبی پر بہت کچھ لکھا ہے مثلاً بروکل، نکلسن ڈساسی اس کے بعض اشعار کا ترجمہ لاطینی میں بھی ہُوا ہے۔

الغرض دیوان متنبی کو ادب عربی میں نہایت مقبولیت و ہر دلعزیزی حاصل رہی ہے یہی وجہ ہے کہ دیوان متنبی کے بعض اجزاء درس نظامی و یونیورسٹیوں کے نظام میں شامل رہے ہیں۔

شروح: علامہ کرامی کا قول ہے کہ شعراء عرب میں سے کسی شاعر کے کلام پر اتنا کچھ نہیں لکھا گیا جتنا دیوان کے متعلق لکھا گیا۔ قریباً پچاس علماء نے دیوان کی شروح لکھی ہیں۔

سبب تالیف تسہیل البیان

ہمارے پیشِ نظر اس وقت اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۳ء ہے۔

مولانا ذوالفقار علی نے یہ کتاب مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی کی استدعا و ایماء پر لکھی تھی، مولانا کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

"مَیں نہیں چاہتا تھا کہ بایں کم استعدادی آپ کو زمرہ شارحین ایسے دیوان دقیق المطالب میں شمار کراؤں اور پانچوں سواروں میں داخل ہوں مگر میرے پیارے دوست صاحبِ اخلاق کریمہ و ذوارث حسنات مجیمہ جناب مولوی عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی دہلی نے، جن کی خاطر مجھ کو ہر طرح عزیز ہے۔ اس امر پہ مجبور کیا اور باعث قوی اس تالیف کے ہوئے"

ماخذ شرح: مولانا تسہیل البیان کے عربی دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

وعتمد غالبا في حل اللغات و تحقيق المحاورات وشرح المعاني وبيان المباني على التبيان العكبري رحمه الله لكونه ناظرا على اكثر الشروح۔

میں نے حل لغات، تحقیق محاورات اور شرح معانی میں عکبری کی شرح التبیان پر زیادہ تر اعتماد کیا ہے کیونکہ ان کی نظر سے اکثر شروح گزری ہیں۔

خصوصیات شرح

مولانا تسہیل البیان کے عربی دیباچہ میں لکھتے ہیں:

حددت معانی اللغة لکل شعر و شرحت المحاورة ان احتیج الیہا بالعربی اولا ثم ترجمتہ بالھندی بحیث یقوم مقام الشرح ثانیا۔

میں نے سب سے پہلے ہر شعر کے عربی میں لغوی معانی لکھے ہیں۔ جہاں ضرورت محسوس ہوئی محاورات کی وضاحت عربی میں کر دی ہے، پھر اردو میں ترجمہ کر دیا ہے گویا کہ یہ دو شرحیں ہوگئی ہیں۔ ایک عربی میں اور دوسری اردو میں۔

مولانا ذوالفقار علی نے حسب مقام و محل وضاحت کے لیے اردو، فارسی اشعار بھی پیش کئے ہیں، جو فاضل شارح کے ذوق شعری کی پوری آئینہ داری کرتے ہیں

نمونہ شرح فقال

شعر: القلب اعلم یا عذول بدائہ
واحق منک بجفنہ وبمائہ

تشریح: ضمیر مائہ والی الجفن وقیل الی القلب وفیہ بعد۔

ترجمہ: اے جاہل ملامت گر! دل اپنے درد کو خوب جانتا ہے پس تو باوجود جہالت کیوں اس کے سر ہو رہا ہے۔ اور وہ اپنی پلکوں اور اس کے پانی کا تجھ سے زیادہ حقدار ہے۔

خوب کہا ہے: ؎

نمی دانم زمنع گریہ مطلب چیست ناصح را
دل ازمن دیدہ ازمن آستیں ازمن کنار ازمن

شعر: ما الخل الا من اود بقلبہ
وارى بطرف لا یرى بسوائہ

تشریح: سوی اذا فتحتہ کسرتہ واذا مددتہ فتحتہ والخل الخلیل والصدیق۔

ترجمہ: نہیں ہے وہ دوست مگر وہ شخص جس کو میں اس کے دل سے اس کو دوست رکھوں اور اس آنکھ سے دیکھوں کہ وہ دوست نہ دیکھے سوا اس آنکھ کے یعنی میرا دل اور آنکھ اور اس کا دل اور آنکھ ہو خلاصہ یہ کہ دوست وہ ہے جو ہر شے میں تیرا موافق ہو۔

فاضل شارح کس خوبصورتی و عمدگی سے ایک فقرہ میں شعر کا مفہوم بیان کر دیتا ہے شارح نے تمام کتاب میں اسی طرز کا التزام رکھا ہے۔

التعلیقات علی سبع المعلقات

مولانا ذوالفقار علی نے سبعہ معلقات کی یہ شرح ۱۸۹۴ء میں لکھ کر فراغت حاصل کی ـــــ چنانچہ کتاب کے خاتمہ پر حقوق تصنیف مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی کے نام لکھتے ہوئے العبد کے نیچے اپنا نام لکھ کر یکم جنوری ۱۸۹۵ء کی تاریخ تحریر فرمائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس شرح کا سن تالیف ۱۸۹۴ء ہے۔

سبعہ معلقات

یہ جاہلی عربی شعراء کے منتخب اور پسندیدہ قصائد ہیں جنہیں حماد الراویہ (المتوفی ۱۵۶ھ) نے جمع کیا ہے۔ یہ ان معلقات کا مجموعہ ہے جن کے متعلق روایت ہے کہ یہ خانہ کعبہ پر سنہرے حروف میں لکھ کر آویزاں کئے گئے تھے۔ اس مجموعہ میں امراء القیس، طرفة ابن العبد، عمرو بن کلثوم، حارث بن حلزہ، عنترہ بن شداد، زہیر بن ابی سلمی اور لبید بن ربیعہ کے قصائد ہیں ـــ ان قصائد میں جذبات کی گہرائی، تخیل کی بلندی اور الفاظ کا شکوہ ہے۔ یہ عربوں کے قومی ترنگ کے آئینہ دار ہیں ہمارے سامنے عربوں کی بہادری، دلیری، شجاعت، حوصلہ اور ہمت کا ایسا نقشہ کھینچتے ہیں کہ شاید ہی کوئی دوسری شاعری ایسا نقشہ پیش کر سکے۔ یہ معلقات باعتبار روایت سب سے زیادہ مستند اور بلحاظ حفاظت سب سے زیادہ معتمد ہیں۔ (تاریخ الادب العربی از احمد حسن زیات (بیروت ایڈیشن ۲۶) ص۵۳)

سبب تالیف التعلیقات

مولانا ذوالفقار علی نے یہ شرح مولوی عبدالاحد کی استدعا و ایما پر لکھی تھی۔ چنانچہ مولانا اس تالیف کے عربی دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

فقد سألنی المولوی عبدالاحد ان اشرح القصائد السبع المعلقات علی نھج شرحی الحماسة والمتنبی۔

مجھ سے مولوی عبدالاحد صاحب نے استدعا کی کہ میں اپنی دونوں شروح حماسہ و متنبی کے طرز پر قصائد سبعہ معلقات کی شروح کروں۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

محمد سعید الرحمٰن علوی

جناب عبدالستار خان نیازی اور اُن کی دعوتِ اتحاد

بادبان کی ایک گذشتہ اشاعت میں جناب عبدالستار خاں نیازی کا جو طویل انٹرویو شائع ہوا ہے اس کا ایک حصہ دینی جماعتوں کے اتحاد کے "پہلے فارمولے" پر مشتمل ہے۔ انٹرویو نگار کا اس فارمولے کو پہلا فارمولا کہنا واقعات سے ان کی بے خبری کی دلیل ہے اس سلسلہ میں متعدد کوششیں اس سے قبل ہو چکی ہیں لیکن کامیابی کبھی نہ ہوئی

- - - - - - - - -

اس ضمن میں چند گذارشات سے قبل سابقہ کوششوں پر ایک نظر دوڑا لینا ضروری ہے۔

- تقسیم ملک سے قبل علامہ اقبال، شیخ صادق حسین اور علامہ روحی پر مشتمل ثالث کمیٹی تجویز ہوئی اور فریقین کی طرف سے مولانا محمد منظور احمد نعمانی اور جناب مولوی حشمت علی صاحب اپنا اپنا موقف بیان کرنے کے لیے تجویز ہوئے ثانی الذکر تشریف نہ لائے جبکہ اول الذکر کا تحریری بیان آج بھی موجود ہے۔
- ابھی چند سال قبل انہی مولانا نیازی صاحب کی مکہ معظمہ میں مولانا محمد سرفراز خاں سے جو گفتگو ہوئی واپسی پر اس کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری نیازی صاحب نے لے لی لیکن سوائے خاموشی کوئی بات سامنے نہ آئی۔
- مجلس شوریٰ کے موجودہ رکن مفتی محمد حسین صاحب نعیمی کی کچھ عرصہ قبل دارالعلوم کراچی میں وفاقی شرعی عدالت کے رکن مولانا محمد تقی عثمانی سے بات ہوئی۔ عثمانی صاحب نے ذمہ دارانہ حیثیت سے بڑی بات کہدی لیکن دوسری طرف سے خاموشی ہوگئی۔
- ان سطور کے راقم نے مولانا سید محمد یوسف بنوری کی وفات پر خدام الدین کے "بنوری نمبر" میں جج صاحبان پر مشتمل کمیٹی سے تحقیق و فیصلہ کی تجویز پیش کی۔ لاہور کے ایک مدرسہ کے مدرس نے تفصیلی خط میں احقر کو اور اس کے بزرگوں کو جی بھر کر کوسا تاہم تجویز کی حمایت کی۔ لیکن مطالبہ کیا کہ تمہارے بڑے ذمہ داری قبول کریں۔ ظاہر ہے خدام الدین کی بات تنہا میری نہ تھی اس کے نگران و مدیر مسئول مولانا عبیداللہ انور کی مکمل ذمہ داری تھی لیکن جب میں نے جواباً ان سے یہی مطالبہ کیا تو انہوں نے خاموشی اختیار فرمائی۔

اب نیازی صاحب نے بات چھیڑی ہے وہ اپنے حلقے کے ذمہ دار آدمی ہیں وہ باقاعدہ ذمہ داری قبول کرلیں۔ تو بات آسان ہو سکتی ہے اور ان سب باتوں سے بڑھ کر حضرت الشیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے ایک بزرگ سید امیر علی صاحب قریشی کی دعوت مباہلہ کو یہ حضرات قبول فرمالیں تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے۔

موصوف نے اس سلسلہ میں چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے جس میں دو نکات کے طور پر دو بزرگوں کا ذکر ہے کہ ان کی تعلیمات و افکار پر فیصلہ ہو جائے۔ تیسرے نکتہ کے طور پر علماء دیوبند کی مصدقہ دستاویز "المہند" نامی رسالہ کا ذکر ہے اور چوتھے نکتہ کے طور پر

انہوں نے فرمایا ہے "زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو"؟

میرے خیال میں چوتھا نکتہ سب سے زیادہ قابل عمل ہے لیکن اس کے لیے ایک ایسے ضابطہ اخلاق کی ضرورت ہے جس پر سب لوگ متفق ہوں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جس قوم کا مزاج منفی ہو جائے اس سے کسی مثبت بات کی توقع عبث ہے میں اپنے حلقے کی نمائندگی کرتے ہوئے پوری ذمہ داری سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا مزاج منفی نہیں مثبت ہے۔ الحمد للہ ہم نے تکفیر مسلم کے گھناؤنے جرم سے ہمیشہ گریز کیا لیکن نیازی صاحب قبلہ کے طبقہ کی اس مہم کے شواہد کے طور پر وہ ان گنت فتوے پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں برصغیر کے ہر قابل ذکر رہنما اور جماعت کی تکفیر کی گئی اور لطف یہ ہے کہ وہ فتاوی آج تک چھپ رہے ہیں اور نیازی صاحب یا ان کے کسی ایک بزرگ نے آج تک ان سے برأت کا اظہار تک کیا اور "زندہ رہ کر دوسروں کو زندہ رہنے دو" کا اظہار فرمانے والے بزرگوں کے عمل کا شاہکار وہ کارنامہ ہے جو مساجد پر جبری قبضہ کی مہم کی شکل میں ہمارے سامنے ہے!

— — — — — —

ہم یہ اصول طے ہو جائے تو امت کا بھلا ہوگا۔ اور دیندار طبقہ کی جو بھداڑ رہی ہے اس سے گلو خلاصی نصیب ہو جائے گی۔ قبلہ نیازی صاحب آگے بڑھ کر اس کی عملی تفصیلات ارشاد فرمائیں ہم راہ ہیں۔؟

جہاں تک "المہند" والی بات ہے ہمارے اکابر کی وہ مصدقہ دستاویز ہے ہمیں اس کے ماننے سے کیوں انکار ہوگا؟ اور سوال یہ ہے کہ ہم نے اس سے گریز کب کیا؟ لیکن ہم ریکارڈ کی درستگی کے لیے اتنی بات عرض کر دیں کہ یہ دستاویز معرض وجود میں کیسے آئی۔؟

نیازی صاحب قبلہ کے پیشوائے اعظم جناب احمد رضا خانصاحب بریلوی اکابر علماء اہلسنت کی بعض تحریرات کو جو اردو زبان میں تھیں عربی میں ڈھال کر حرمین شریفین لے گئے اور وہاں کے علماء سے فتویٰ تکفیر حاصل کیا لیکن علماء دیوبند کے ایک خادم مولانا سید حسین احمد مدنی جنہیں مسجد نبوی میں ۱۸ سال حدیث پڑھانے کا شرف حاصل ہے ان دنوں وہاں تھے ان کے توجہ دلانے سے علماء حرمین نے سوالات مرتب کر کے یہاں ارسال کئے جن کے جوابات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی (مدفون بقیع غرقد مدینہ منورہ) نے لکھے اور اس پر مولانا محمود حسن دیوبندی۔ مولانا اشرف علی تھانوی سمیت یہاں کے تمام حضرات نے دستخط کئے پھر اس دستاویز پر علماء حرمین، مصر، شام وغیرہ نے دستخط کئے۔ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اس کے بعد جناب احمد رضا خاں صاحب تکفیر مسلم [illegible] کہ اگر انہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی تھی۔ تو اس دستاویز کے بعد وہ ختم ہو گئی لیکن افسوس ایسا نہ ہوا۔ اب نیازی صاحب نے اس دستاویز کا حوالہ دیا ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد! رہ گیا مسئلہ باہمی تکفیر کا تو میں پوری ذمہ داری سے عرض کروں گا۔ کہ ہمارا دامن اس سے پاک ہے آپ خود اپنے اوپر کنٹرول کریں۔

اس موقع پر اس دستاویز کے متعلق قبلہ نیازی صاحب کی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دوں کہ اس پر مولانا محمد قاسم نانوتوی کے دستخط نہ تھے کہ وہ اس وقت انتقال فرما چکے تھے اور مولانا مدنیؒ کے بھی نہ تھے کہ وہ مدینہ منورہ تھے۔ باقی موجود علماء کے دستخط تھے اور یہ ہماری عظیم متاع ہے۔

دو ابتدائی نکات کے طور پر حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ کے اسماء گرامی ہیں کہ ان کے افکار پر فیصلہ ہو جائے ہمیں کسی بھی بزرگ سے اختلاف نہیں اور ہم دونوں ہی بزرگوں کے افکار پر تیار ہیں لیکن آپ کی غلط فہمی کے ازالہ کے لیے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق چند گزارشات پیش کرنا ضروری ہیں:

آپ نے حاجی صاحب کے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کا ذکر کیا ہے ہم یہ عرض کریں گے کہ آپ کے سامنے "ہفت مسئلہ" کا وہ نسخہ ہوگا جو بعض خوفِ خدا سے عاری لوگوں نے مسخ کر کے چھپایا اصل اور مکمل "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو بنیاد بنا کر ہم حاضر ہیں۔ اور یہ بات اچھی طرح نوٹ فرما لیں کہ یہ رسالہ حضرت حاجی صاحب کا نہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے قلم مبارک سے ہے حاجی صاحب نے تصویب فرمائی۔ اس لیے وہ تمام تفصیلات

جو حاجی صاحب اور اصل مصنف حضرت تھانوی کے قلم مبارک سے اس سلسلہ میں نکلیں ان سے گریز کی اجازت نہ ہوگی "ہفت مسئلہ" چھاپنے والوں نے حضرت حاجی صاحب کی "وصیت" جو رسالہ کی گویا باقی ہے چھوڑ دی ہے اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں :-

اور اس تمام تحقیق کے بعد بھی فقیر کی یہ وصیت ہے کہ ظنیات میں اپنے علم و تحقیق پر وثوق (بھروسہ) نہ کریں۔ سورہ فاتحہ ..... بہت خشوع کے ساتھ پڑھا کریں۔ اور ہر نماز کے بعد رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا پڑھ کر دعا کیا کریں اور اپنے اوقات معاش و معاد کے ضروری کاموں میں خصوص تزکیہ نفس و تصفیہ قلب میں صرف کریں اور اہل اللہ کی محبت و خدمت اختیار کریں۔ خصوص عزیزی مولوی رشید احمد صاحب کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمتِ کبریٰ و نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں اور مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض للہیت کی راہ سے ہیں ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں یہ وصیت تو مولوی صاحب کے مخالفین کو ہے اور جو موافق و معتقد ہیں ان کو چاہیئے کہ مولوی صاحب کی مجلسوں میں ایسے قصوں کا تذکرہ نہ کریں اور اپنے جھگڑوں میں ان کو شریک نہ کیا کریں اور سب پر لازم ہے کہ مفت کی بحث و تکرار میں عمر عزیز کو تلف نہ کریں اور یہ حجاب ہے محبوب حقیقی سے..... وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(نسخہ صحیحہ ہفت مسئلہ ص۲۲، ۲۳ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء)

نیز ایک دوسری وصیت بھی جو اسی رسالہ ص۵۵ پر آپ کی تصنیف "ضیاء القلوب" ص۵۵ سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں مولانا گنگوہی کے ساتھ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی صحبت کو غنیمت سمجھنے اور ان سے ارادت و تعلق کا ارشاد فرمایا ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ انہیں "مجھ سے بہت درجے اوپر شمار کریں"۔

حاجی صاحب جن کے افکار پر آپ فیصلہ کروانا چاہتے ہیں ان کا اپنے دو مریدوں مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے متعلق یہ خیال ہے اور آپ کا طبقہ انہی دو بزرگوں کو کوستا ہے؟ اسی کے ساتھ حضرت حاجی صاحب کا وہ مکتوب گرامی جو "المہند" کے مصنف کی مولانا خلیل احمد کی کتاب ..... "براہین قاطعہ" سے متعلق ہے اور فیصلہ ہفت مسئلہ کے اصل مصنف حضرت تھانوی کا یہ ارشاد گرامی اور فتاویٰ رشیدیہ ص۱۱۳ کا فتویٰ بہ سلسلہ فیصلہ ہفت مسئلہ سب کو ذہن میں رکھ کر بات کریں ان شاء اللہ تمام خلجان دور ہو جائیں گے۔

ساتھ ہی جب حضرت الامام شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے افکار کی بنیاد پر آپ فیصلہ چاہتے ہیں۔ ان کی پوری تحریک اور علماء دیوبند کے باہمی تعلق پر غور کر لیں — حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید جو آپ کی ناوک افگنی کا سب سے زیادہ شکار ہیں اور اس انٹرویو میں بھی آپ نے دعوت اتحاد کے ساتھ ساتھ انہیں کوسنا ضروری سمجھا ہے وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے لاڈلے بھتیجے تھے شاہ عبدالعزیز نے اپنے چہیتے مرید و خلیفہ حضرت سید احمد شہید سے شاہ محمد اسمٰعیل اور مولانا عبدالحی کو بیعت کرایا اور یہ حضرات سید صاحب کے گھوڑے کے ساتھ دوڑتے۔ حضرت سید احمد شہید ۱۲۳۴-۳۵ھ میں دوآبہ کے دورے پر گئے تو پیر باصفا شاہ عبدالعزیز نے اپنا پیرہن عطا فرمایا اسی سفر کے دوران میں حضرت حاجی امداد اللہ بعمر تین سال ان کی گود میں دیئے گئے۔ اس سفر میں جب یہ حضرات سہارنپور پہنچے تو وہاں حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی قدس سرہ (دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہؒ) کا شہرہ تھا اور ان کی مسند طریقت عروج پر تھی انہوں نے حضرت سید احمد شہید سے اپنی تمامتر عظمت کے باوجود بیعت کر لی۔ اور فرمایا "مجھے ضرورت نہ تھی لیکن سرکار دو عالم علیہ السلام کی خوشنودی اسی میں پاتا ہوں کہ حضرت سید صاحب سے بیعت کر لوں"۔

حضرت ولایتی نے نہ صرف خود بیعت

کی۔ بلکہ اپنے خلیفۂ اعظم حضرت میاں نور محمد صاحب جھنجھانوی کو (حضرت حاجی کے پیر) لوہاری سے بلا کر حضرت سید صاحب سے بیعت کرایا اور اپنے باقی مریدین و خلفاء کو بھی سید صاحب سے بیعت کرایا۔ گویا ایک سلسلہ کے تین بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی، حضرت میاں نور محمد اور حاجی صاحب (بعمر تین سال) اس سفر میں حضرت صاحب سید احمد شہید قدس سرہٗ سے متعلق ہوئے اور حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سید صاحب کے ساتھ ہو لیے۔ تحریک جہاد میں ہمراہ تھے مردان کے علاقہ میں شہید ہوئے مزار مبارک وہاں آج بھی موجود ہے دوسری طرف دیکھیں تو حاجی امداد اللہ صاحب، جہاں حضرت میاں جی نور محمد کے خلیفہ اعظم ہیں وہاں انہوں نے حضرت سید صاحب کی جماعت کے رکن رکین حضرت سید نصیر الدین صاحب دہلوی سے بیعت کی جو حضرت شاہ محمد اسحٰق کے داماد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے شاگرد بھی تھے یہ حضرت شاہ محمد آفاق مجددی کے خلیفہ ارشد تھے اور پیر بھائی تھے شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی کے نیز حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں ہونے کا انہیں شرف حاصل ہے اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ہمعصر تھے شاہ غلام علی مجددی فرماتے جس نے نسبت مجددی مجسم شکل میں دیکھنی ہو وہ شاہ محمد آفاق کو دیکھے؟

ان ہی سید نصیر الدین دہلوی کو واقعہ بالاکوٹ کے بعد امیر جماعت مجاہدین بنایا گیا انہوں نے سنہ ۱۲۵۱ھ میں مرکز مجاہدین کی طرف ہجرت کی حضرت سید حاجی صاحب اس ہجرت کے موقعہ پر ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن اپنے والد کی علالت کے سبب ایسا نہ ہو سکا اسی بیماری میں حاجی صاحب کے والد بزرگوار انتقال کر گئے بعد میں حاجی صاحب نے رخت سفر باندھنے کا عزم کیا لیکن بقول خود حضرت پیر و مرشد کے انتقال کی خبر آ گئی ـــــ شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ بعد میں حاجی صاحب اور ان کے رفقاء نے سنہ ۱۸۵۷ء کا معرکہ کار زار گرم کیا۔

بہرحال ان تفصیلات سے بتلانا یہ مقصود تھا کہ فیصلہ ہفت مسئلہ والے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا سلسلہ ارادت و بیعت اوپر اس طرح مربوط ہے تو نیچے ان کی تربیت کے شاہکار مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی ہیں۔ اب آپ اوپر والوں کو مجرم قرار دیں اور نیچے والوں کو گردن زدنی اور حاجی صاحب کو معیار حق و صداقت ــــ؟ یہ بات ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ تاہم اتحاد بین المسلمین کے آپ کے جذبات کے ہم ممنون ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ آپ کی سوچ پروان چڑھے ہمیں ہر طرح حاضر پائیں گے۔ اس تلخی کے خاتمہ کے لیے آپ کا طبقہ تکفیر کی مہم بند کر دے تو بات سہل ہو جائے گی اور اس کے لیے ہم آپ کی خدمت میں جناب احمد رضا خان صاحب کا ایک ارشاد پیش کرتے ہیں۔ جو ان کی کتاب تمہید ایمان کے صفحہ ۴۲ مطبوعہ سنہ ۱۳۴۶ھ پر ہے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کے متعلق کہتے ہیں۔

علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتویٰ وھو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسداد یہی جواب ہے یہی فتویٰ دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔

امید ہے کہ ہماری گذارشات ٹھنڈے دل سے پڑھ کر عمل کی راہ سوچی جائے گی ـــ اس انٹرویو میں نیازی صاحب قبلہ جیسے پڑھے لکھے بزرگ نے جو تاریخی ٹھوکریں کھائی ہیں وہ ایک مستقل مقالہ کی متقاضی ہیں ہم محض جذبۂ اتحاد سے فی الحال گریز کر رہے ہیں ان پر کسی آئندہ صحبت میں قلم اٹھایا جائے گا۔

انتقالِ پُر ملال

● مولانا محمد عبدالکریم مظاہری پور کے والد بزرگوار انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم حافظ قرآن ایک مخلص اور متدین مسلمان تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مراسلات

ابوالکلام آزاد

حکایت از قدِ آں یارِ دلنواز کنیم
بایں فسانہ مگر عمر خود دراز کنیم

محترمی حکیم آزاد شیرازی صاحب! مدت سے آپ کی "نگارشات" کا "خدام الدین" میں مطالعہ کر کے لطف اندوز ہوتا رہا۔ لیکن جب سے آپ کی قلم برداشتہ نظم "ابوالکلام آزاد" پڑھی اس ۷۸ سالہ بڈھے ابوالکلامی کے جوشِ عقیدت میں از سر نو زندگی کے گزشتہ دور کی حرارت واپس آ گئی۔

ایبٹ آباد کی حالیہ بے پناہ سردی میں، گرم بستر میں دبکا پڑا تھا کہ یہ نظم پڑھنی شروع کی۔ جونہی ایک دو شعر پڑھے عقیدت کے خفتہ روحانی تار جاگتے اور گرم ہونے شروع ہو گئے۔ اٹھ بیٹھا جب مقطع پر پہنچا تو انتہائی سرور کے عالم میں وجد کرنے لگ گیا۔

یہ کیفیت اس مقطع کے پس منظر کی وجہ سے ہے اور جب بھی یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتے تو بے خودی کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور نہ معلوم کتنی دیر تک یہ شعر گنگناتا رہتا ہوں۔ اس کیفیت سرور میں زمان و مکان کا تاثر زائل ہو جاتا ہے۔

پس منظر

آغا شورش کاشمیری مرحوم نے ایک مفصل خط مولانا مرحوم و مغفور کو لکھا تھا جس میں اپنے علاوہ دیگر عقیدت مندانِ لاہور کا سلام عقیدت بھی بھیجا۔ اس خط کا جواب مولانا مرحوم و مغفور نے مولانا مہرؒ کے ہاتھ بھیجا تھا۔

خط

"عزیزی شورش!

بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند"

آپ کی نظم نے ایک تقریب پیدا کر دی۔ جس سے فائدہ اٹھا کر آپ (قادر الکلام شاعر اور ابوالکلامی) کی خدمت میں یہ سالخوردہ ابوالکلامی، مبارک باد عرض کرتا ہے۔

اور پھر اسی لاجواب مقطع کو دہرا کر اپنی اطمانیت قلب کا سامان پیدا کرتا ہے

بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

والسلام

محتاج دعا

[illegible]

دارالشفاء: ایبٹ آباد

[illegible]

۲۶ر فروری سنہ ۸۲ء کے شمارہ میں جناب حکیم آزاد شیرازی کی قلم برداشتہ نظم ابوالکلام شائع ہوئی جس پر ہمارے محترم کرم فرما ڈاکٹر چی صاحب کا گرامی نامہ ایڈیٹر کی معرفت حکیم صاحب کو ملا یہ یادگار خط قوم کی امانت ہے اسی لئے محفوظ کیا جا رہا ہے

ایڈیٹر

انتظامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم:
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ الآیہ۔ اما بعد
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا فرمان ہے کہ رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخی ہیں .... محض اطلاع عرض ہے کہ مورخہ ... کو بوقت ۱۰ بجے شب عملہ پولیس چوکی دہلی گیٹ ملتان شہر نے نہایت جرأت مندانہ قابل فخر اور لائق تحسین اقدام کر کے چیتہ طور پر کم و بیش ۴۰ جواریوں کو موقعہ پر ڈرامائی انداز میں حراست میں لے لیا داؤ پر لگی ہوئی تمام رقوم اور جامہ تلاشی بھی بطور مال غنیمت عطیہ خداوندی حاصل ہو گیا۔ کہا جاتا ہے بطور لطیفہ کہ جملہ ملزمان کو بازو باندھ کر جلوس کی شکل میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے چوکی پولیس دہلی گیٹ لے جایا گیا اور جلوس کی قیادت کی سعادت ایک خضر صورت سعید روح سے کرائی گئی۔ جمعہ کے روز اس ناقابلِ فراموش ... کا چرچا تو بہت ہوا مگر اخباری نمائندے اس دلچسپ خبر کی اشاعت سے محروم رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زیرِ حراست ملزمین کے ورثاء نے زبردست دوڑ دھوپ اور "مالی قربانی" کے بعد "شریف اور معزز" جواریوں کو تو چھڑا لیا مگر کچھ بے کس کمزور اور غریب ملزمان کو (دوسرے علاقہ میں) کاروائی دکھانے کی غرض سے محکمہ کے وقار کی بھینٹ چڑھا دیا گیا اور مبینہ طور پر گیارہ افراد کو قربانی کا بکرا بنا کر چالان کرا دیا گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

محکمہ کے وقار اور قومی مفاد ... ہے کہ تمام لوگوں کو رہا کرایا جاتا یا سب کا چالان عدالت میں پیش کر کے عدالتی فیصلے کا انتظار کیا جاتا۔ اگر عدالت ملزموں کو مجرم ثابت ہونے پر سزا کا مستحق سمجھتی تو حاصل شدہ جرمانہ کی کل رقم خزانۂ پاکستان میں جمع کرائی جاتی مگر مبینہ صورتِ حال سے متعلقہ عملہ پولیس کے جیب تو حصہ بقدر جثہ سے بھر گئے لیکن حکومت کے خزانہ کا خدا حافظ!

حکومت پاکستان کا تمام تنخواہ دار عملہ دیانتداری سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کا پابند ہے اور قابل تحسین جرأت مندانہ کارناموں پر انعام اور سندات کا مستحق بھی ہے لیکن نو نقد نہ تیرہ ادھار کے مصداق انتظار کی گھڑیاں کون گنے؟ لہٰذا ہر اہل کار اپنی صوابدید اور ذاتی مفاد کے مطابق سرگرم عمل ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ نیک دل حکمران اور حساس عوام کا اصلاح معاشرہ کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو رہا۔ بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ والا معاملہ ہے جسے ہر پاکستانی محسوس کر رہا ہے ؎

ناخدا خود ہی ڈبو دے کشتیٔ امت کو جب
پھر تلاطم خیز لہروں کا گلہ کس سے کریں؟

کاش کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت خاص سے معجزانہ طور پر حلال میں رغبت و برکت اور حرام سے نفرت کے جذبات ہر شہری کے دل میں پیدا کر دے۔ رشوت اور خیانت کی ... سحرکاری سے مسلمانوں کو نجات بخشے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

؎ عجب ترکیب سوجھی ہے یہ شیطاں کو اغوا کی
خدا کی مہر سمجھے نہ کہ بس مجھ کو بُرا کہئے!

عبدہ، فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم پینٹر
محلہ سادات دہلی گیٹ ملتان

ہم کہاں جائیں؟

مکرمی! راقم الحروف ایک معروف جرائم پیشہ آبادی کا مکین ہے جہاں بدقسمتی سے شب و روز معصیت اور گناہ کی زندگی کو ہی مقصد حیات تصور کیا جاتا ہے اپنے ناپاک عزائم و جرائم کا فخریہ اور اعلانیہ تذکرہ معمول بنا ہوا ہے آبادی کے بعض "شرفا" کے گھروں میں اکثر جوا بازی کی مجالس گرم رہتی ہیں۔ اور بلاتفریق مذہب و مسلک و سیاسی اختلاف دوستوں کا متحدہ امتزاج عمل نمونہ پیش کرتا ہے کالعدم جماعتوں کے سربرآوردہ افراد منشیات کے استعمال اور جوئے کے میدان میں سرگرم باہم شیر و شکر دکھائی دیتے ہیں ان کے پسندیدہ تفریحی مشاغل وسعت پذیر اور خوش تر نظر آتے ہیں بعض سرکاری ملازمین جنہیں فضل ربی وافر مقدار میں میسر آ جائے وہ نہایت فراخدلی اور خندہ پیشانی سے جوئے کی میز پر ہار کر ساتھیوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ بعض بڑے گھروں کی مستورات بھی مردوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تفریحاً ہار جیت کے کھیل میں خاصی دلچسپی رکھتی ہیں۔ دن بھر ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اور رات کو ٹی وی پروگراموں سینما اور فلموں کے چرچے تذکرے گانے مکالمے اور کہانیاں زبانِ خلق بنے ہوتے ہیں —— معصوم بچیاں بھی موسیقی کی دھن پر جسم کو لہراتی اچھلتی کودتی نظر آتی ہیں۔ عموماً اولاد والدین کی نافرمانی پر تلی بیٹھی ہے اور کسی نصیحت یا خاموش تبلیغ کو قبول نہیں کرتی —— بے ادبی، گستاخی، احسان فراموشی، نمک حرامی اور زبان درازی کے ساتھ ساتھ دست درازی سے بھی گریز نہیں کرتی۔ نہ خدا کا خوف نہ مخلوق کی شرم —— انا للہ و انا الیہ راجعون۔ معاشرہ کی یہ ہولناک تصویر صنعت آذری کے برگ و بار پیش کر رہی ہے جو گلشن اخلاق میں کانٹے بن کر پھیل رہے ہیں۔ بے حیائی اور گمراہی ان کا اوڑھنا بچھونا بن چکے ہیں راہ چلتی عورتوں اور طالبات سے چھیڑ خانی، آوازے کسنا، فقرے چست کرنا وغیرہ معمولی لطیفے ہیں۔ کچھ لوگ مذکورہ برائیوں اور بدکرداریوں پر اظہار غم و غصہ کرتے ہیں لیکن نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ ہمارا حلقہ اور مضافات کبوتربازی کے لئے بھی شہرہ آفاق ہے۔ انواع و اقسام کے کبوتروں کی رنگینیاں اور کبوتر بازوں کی چیخ و پکار، تو تکار اور گالیوں کی بوچھاڑ سمع خراشی اور زمانہ بر سر جنگ است کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

جوئے کے عام چھوٹے موٹے کھلاڑی تو خصوصاً جمعہ کے روز میدان وقت میں مختلف ٹولیوں کی صورت میں اپنا شوق پورا کرتے ہیں اور اکثر دوسرے دنوں میں بھی بوریا بوں پر بیٹھ کر طبعی تسکین کا سامان کر لیتے ہیں۔ لیکن اونچے درجہ کے پرائیویٹ اداروں کے مستقل نام بھی مشہور ہیں جہاں کھیلنے والے کھیلتے ہیں اور دیکھنے والے مزہ لیتے ہیں۔ اگر علاقہ کے ان معززین کی فہرست اور کردار منظر عام پر لایا جا سکے تو توبہ بھی توبہ توبہ پکار اُٹھے۔ افسوس ہے کہ علاقہ پولیس کے بعض جوان بھی مذکورہ جواریوں کے ساتھ گھومتے پھرتے یا تفریحاً ملوث بیان کئے جاتے ہیں۔

محلہ کے بلدیاتی کونسلر سے صحت و صفائی کے سلسلہ میں گلیوں اور نالیوں میں گندگی اور غلاظت کا شکوہ کیا جائے تو جواب ملتا ہے کہ عملہ صفائی اُن کی بات نہیں مانتا اگر وہ اپنے اختیارات سے کسی کو برطرف کر بھی دیں تو وہ لیبر کورٹس کی طرف رجوع کر کے بحال ہو جاتا ہے۔ سابقہ حکمرانوں نے انہیں خصوصی مراعات دے کر بلدیہ کا مستقل ملازم قرار دے دیا تھا اب ایک خاکروب بھی کسی کی پروا نہیں کرتا بلکہ جھاڑو سے جواب دینے پر آمادہ دکھائی دیتا ہے۔ کچھ عرصہ سے ہر ماہ کبھی کبھار صفائی ہوتی ہے یا کسی خاص تقریب یا تہواروں پر شہر میں صفائی پر زور دیا جاتا ہے۔ چند روز قبل عیدالاضحیٰ کے لئے صفائی کا ہفتہ منایا گیا اور عیدی وصول کرنے کے لئے گھر گھر دستک دی گئی۔ مگر عید کی چھٹیاں ختم ہو جانے کے باوجود گلیاں اور نالیاں عملہ صفائی کی صورت دیکھنے کو ترس رہی ہیں۔ ان حالات میں کچھ آپ ہی سمجھائیں کہ ہم کہاں جائیں؟ کون سنے فریاد؟

فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم پینٹر
مکان ... محلہ سادات
بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

روزنامہ امروز ۲۶-۱۰-۸۱

اپیل

پنجن کسانہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کا مدرسہ صدیقیہ تعلیم القرآن عرصہ سے مصروف خدمت ہے۔ مقامی بچوں کے علاوہ ۸۰ بیرونی طلبہ کی تمام ضروریات کا کفیل ہے۔ عمارت کی شدید ضرورت اور دوسرے مصارف کے لئے اہل خیر سے خصوصی توجہ کی درخواست ہے۔

خط و کتابت بنام
حاکم علی مہتمم مدرسہ ہذا

خواتین کا صفحہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت ام معبد بن کعب انصاری رضی اللہ عنہا

محمد اسحاق بھٹی

کاروبار

مدینہ میں رہنے کے لئے ظاہر ہے ان کو ایک خاص آمدنی کی ضرورت تھی اور آمدنی کے لئے کسی قسم کا کاروبار لازمی تھا۔ اس کے لئے پہلے تو حضرت مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے کھجور کے ایک باغ میں ملازمت اختیار کی۔ یہ باغ میں جاتے اور وہاں کھجوریں اتارتے، جس کا انہیں کچھ نہ کچھ معاوضہ مل جاتا۔ مگر بعد میں انہوں نے باغ سے کھجوریں خرید کر شہر میں فروخت کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ادھر ان کی بیوی حضرت ام معبد بن کعب انصاری رضؓ بھی محنت مزدوری کرنے لگیں ــــ یعنی یہ دونوں میاں بیوی کسی پر بوجھ نہیں بنے۔ نئی جگہ میں انہیں ایک خاص ذوق اور روحانی لگن کشاں کشاں لے گئی تھی۔ وہاں نہ تو انہوں نے کوئی اجنبیت محسوس کی نہ کسی کے محتاج ہوئے۔ نہ کسی پر بوجھ بنے اور نہ اپنی ضروریات کے لئے کسی کے دروازے پر دستک دی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں

مدینہ منورہ میں ان کے شوہر حضرت مالک رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملنے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کا بہترین الفاظ میں خیر مقدم کیا اور تشریف لانے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں مدینہ میں اجنبی نہیں ہوں۔ قریب کی بستی میں رہائش رکھتا تھا۔ اب یہاں آ گیا ہوں میرا فرض ہے کہ میں آپ کے کام آؤں۔ اور آپ کی خدمت کا فرض انجام دوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کی گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے میں اپنی جگہ مطمئن ہوں۔ اگرچہ آپ مدینہ سے قریب تر ہونے کی وجہ سے انصار کے زمرہ میں شامل ہیں تاہم اسلام کی وجہ سے یہاں آئے ہیں۔ میرا بھی فرض ہے کہ آپ کے حالات سے واقفیت بہم پہنچاؤں۔

انہوں نے جواب میں اپنے ذرائع آمدنی کی وضاحت کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا آپ کی آمدنی کے وسائل محدود ہیں اور میرے خیال میں اخراجات کا خانہ آمدنی کی بہ نسبت وسیع ہوگا۔ میں کوشش کروں گا کہ کوئی اور ذریعہ آمدنی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ان کی وساطت سے انہیں کوئی اور کام مل گیا اور آہستہ آہستہ آمدنی میں اضافہ ہونے لگا۔ چند ہی روز میں یہ خاصے صاحب ثروت ہو گئے ــــ آمدنی میں اضافے کے بعد انہوں نے مہاجرین کی بہت مدد کی۔

روایت حدیث

حضرت ام معبد بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے احادیث بھی روایت کیں۔ علامہ ابن عبدالبر الاستیعاب میں رقم طراز ہیں کہ انہوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم سے دو حدیثیں روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

شاگرد

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کے شاگردوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔ اصحاب سیر نے ان کے تمام

(باقی ۱۰ پر)